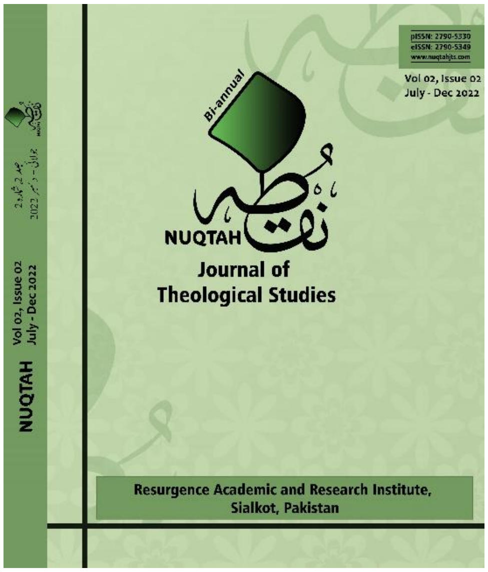

NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: Urdu, Arabic and English
pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:
Resurgence Academic and Research Institute, Sialkot (51310), Pakistan.
Email: editor@nuqtahjts.com

ملت ابراہیم علیہ السلام اورامت محمدیہ- باہم نسبت و تعلق-ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of Interrelationship between the Ummah of Ibrahim (a.s.) and the Ummah of Muhammad (a.s)

Amina Shabbir
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab Lahore.
Email: aminashabbir56@gmail.com

Dr. Shahida Parveen
Professor of Islamic Studies, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab Lahore.
Email: shahida.is@pu.edu.pk

Published online: 30th December 2023

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

ملت ابراہیم علیہ السلام اور امت محمدیہ - باہم نسبت و تعلق - ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of Interrelationship between the Ummah of Ibrahim (a.s.) and the Ummah of Muhammad (a.s)

Abstract

Hazrat Muhammad (S.A.W) was sent with the religion of Milat.e.Ibrahim (A.S). Shah Waliullah says that the twenty-six Laws of Milat.e.Ibrahim (A.S) have been preserved in the Ummah Muhammadiyah. Moreover, the Ummah Muhammadiyah has advised to follow the teachings of Milat.e.Ibrahim (A.S). The Ummah Muhammadiyah also has a relative relationship of their prophet (S.A.W.) with the Ibrahim (A.S). AS Allah accepted the prayer of Hazrat Ibrahim (A.S) and sent the Last Messenger from his descendants. Secondly, the teachings of Millat.e.Ibrahim were became the part of traditions and customs in Arabs, and Allah continued their some good traditions and customs in Islam, and forbade them from bad habits'. As Hazrat Ibrahim (A.S) was Hanif. Most of Arabs were also called themselves Hanif. That is why Hazrat Muhammad (S.A.W) was also ordered to be Hanif.

Keywords: Religion; Ummah Muhammadiyah; Milat.e.Ibrahim; relative relationship, customs; Arabs; Hanif

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی تعلق کا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملت ابراہیم پر ہونے کی ایک اہم کڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے نابت سے ملتا ہے۔ ۔[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم سے متعلق ایک روایت المستدرک علی الصحیحین للحاکم میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے کہ ایک عربی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ پاس آیا اور

کہنے لگا کہ زمین خشک ہو گئی ہے اور مال ہلاک ہو گیا ہے۔ لہذا اللہ تعالی نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ عطا فرمائیں۔ اے دو ذبیحوں کے بیٹے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کو سن کر مسکرائے اور انکار نہ فرمایا۔[2]

حضرت امیر معاویہ سے دریافت کیا گیا کہ ذبیحان سے کیا مراد ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمزم کی کھدائی کے دوران حضرت عبدالمطلب نے منت مانگی تھی کہ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو اپنے کسی ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔ جب قرعہ نکالا گیا تو حضرت عبداللہ کا نام آیا۔ بنی مخزوم نے آپ کو بیٹے کی قربانی کی جگہ فدیہ ادا کرنے کا مشورہ دیا اور سو اونٹ حضرت عبداللہ کے فدیہ کے طور پر ذبیحہ کئے گئے۔ اور دوسرے ذبیحہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہوئے فرمایا۔

"إِنِّي دَعْوَةِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ[4]"

"میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔"

قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کا ثمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ تعمیر کر لیا تو یہ دعا فرمائی۔

"رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنهمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" [5]

اور ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو پاکیزہ بنائے۔ یقیناً تو ہی زبردست کمال اور حکمت والا ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا ان دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے لئے تھی۔ ایک دعا یہ تھی کہ ان میں ایک رسول ہو جو دین اور شریعت کو ان پر مکمل کرے اور ان کو اسلام کی طرف بلائے۔ اور

دوسری دعا یہ کہ وہ رسول انہی میں سے ہو۔ تاکہ عزت اور دین میں ان کا مقام اور مرتبہ سب سے بلند ہو۔ کیونکہ اگر رسول اور جو اس کے ساتھ بھیجا جائے گا اگر ان کی اولاد میں سے ہی ہو گا تو یہ اس کی قبولیت کا زیادہ احترام کرنے والے ہوں گے۔ اور اگروہ رسول انہی میں سے ہو گا تو وہ اسکی پیدائش اور اصلیت کو پہچاننے والے ہوں گے اور اس کی صداقت اور امانت کو پہچان لیں گے۔ اگر وہ ان میں سے ہو گا تو ان لوگوں کی بھلائی کا زیادہ خواہشمند ہو گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سے مراد حال اور مستقبل میں دین کی تعمیر تھی۔ اور ابراہیم علیہ السلام اپنی سوچ پر غالب آ گئے کہ دین کو ان کی اولاد پر مکمل کر دیا جائے۔ اور انہیں ایک دین پر جمع کر دیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اپنی اس اولاد کے لئے تھی جو مکہ میں ہو گی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باب الصلوۃ میں **اللهم صل على محمد وآل مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ** ذکر کرنے سے مراد ہے کہ اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور اللہ تعالی نے ان کا ذکر قیامت تک کے لئے ان کی امت میں باقی رکھ دیا۔ دوسرا یہ کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا فرمائی کہ

"وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ"[6]

اور میرے لیے بنادے سچی ناموری اگلے لوگوں میں

یعنی امت محمدیہ میں میری اچھی تعریف باقی رکھ۔ اور اللہ تعالی نے اس دعا کو بھی قبول فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ علیہ السلام کا بہترین ذکر باقی رکھا۔ اور اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو ملت کا باپ بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ

"مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ"[7]

تمہارے جدّ امجد ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت والے باپ تھے۔ ابن مسعود کی قرات میں سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی حیثیت باپ جیسی ہے۔ قول ہے کہ

"إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ"[8]

بیشک میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔

اس سے مراد ہمدردی اور رحم میں باپ کی سی حیثیت ہونا ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے حج کی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ"[9]

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ

"اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ"[10]

ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا۔

پس اللہ تعالی نے دونوں کو خوبصورت ذکر میں ملایا۔ اور جب آپ علیہ السلام نے ان کی طرف رسول بھیجنے کی دعا فرمائی تو دعا میں اس رسول کی صفات کا ذکر بھی فرمایا۔ ان صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ ان نازل کردہ آیات کو لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔ اس صفت کے دو رخ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے وہ فرقان (حق اور باطل میں فرق کرنے والا) ہے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھ کر سناتے ہیں وہ وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے

ہیں۔ دوسرا یہ کہ ضروری ہوا کہ یہ آیات اللہ تعالی کے دجود اور اس کی صفات پر دلالت کرتی ہوں۔ اور ان آیات کی تلاوت کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ انہیں اللہ کی یاد دلائیں اور اللہ کی طرف دعوت دیں اور اللہ پر ان کا ایمان مضبوط کریں۔[11]

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتابَ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب کی تلاوت کا حکم دیں اور اس کتاب کے حقائق اور معنی لوگوں کو سکھائیں۔ اور تلاوت سکھانے سے مراد یہ ہے کہ اس کے الفاظ تواتر کے ساتھ محفوظ رہیں اور ان میں تحریف نہ ہو سکے۔ اور اس کے الفاظ، نظم اور معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باقی رہے۔ اور اس کی قرات نماز اور تمام عبادات کے لئے عبادت کا درجہ رکھے۔ اور تلاوت سے مراد یہاں دلائل اور اور احکام کی حکمت اور تعلیم سکھانا مقصود تھا۔ اللہ تعالی نے قرآن پاک کو ہدایت اور نور سے مزین فرمایا ہے جس میں حکمت کے معنی پوشیدہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صفت جو بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت کی تعلیم دیں گے۔ اور حکمت یہ ہے کہ جو قول اور فعل دونوں سے حاصل ہو۔ مفسرین نے حکمت کے معانی میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حکمت سے مراد دین کی معرفت، اس کو سمجھنا اور اس کی اتباع کرنا ہے۔ دوسرا قول امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے کہ حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ تیسرا قول حکمت سے مراد حق اور باطل میں فرق کرنا ہے۔ اور چوتھا قول ہے کہ حکمت سے مراد آیات محکمات اور آیات متشبہات کی تعلیم دینا ہے۔ اور پانچواں قول ہے کہ حکمت سے مراد اس شریعت کے اور اس میں موجود احکام اور مسائل کی تعلیم دینا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صفت لوگوں کا تزکیہ نفس کرنا ہے۔ اور انسان کو کسی معاملہ میں اس کے کمال کو پہنچانا ہے۔ یا تو وہ خود حق کو پہچان لے یا وہ کسی عمل سے اچھائی کی معرفت حاصل کرلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تقدیر اور جس کے وہ مکلف ہیں اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ یہ تزکیہ جبر اور اختیار کے مسئلہ کو بیان کرنے سے متعلق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تلاوت اور کتاب کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ یہ ان کی پاکیزگی کا باعث ہو۔ اور امور دنیا میں ان کی اصلاح

کرنے والے ہیں تاکہ وہ ایمان لائیں اور نیک اعمال کرنے والے ہوں۔اسی بناپر اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی مدحت بیان فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق سے نوازا گیا۔[12]

سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے کہ

"وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ" [13]

اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو بنادے امن کی جگہ اور بچائے رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اللہ تعالی کے حکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ گئے تو دعا فرمائی کہ

"رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ" [14]

اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد (کی ایک شاخ) کو آباد کر دیا ہے اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز قائم کریں ،تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو رزق عطا کر پھلوں سے تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبولیت بخشی اور آپ علیہ السلام کی نسل سے اپنے آخری نبی کو ان تمام صفات کے ساتھ معبوث فرمایا جن صفات کی خواہش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ کے حضور کی تھی۔اور امت محمدیہ میں آپ علیہ السلام کا ذکر جاری رکھا۔

اسلام سے قبل عربوں کے اعتقادات

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ تھا کہ آپ دونوں کی نسل میں سے قریش کا قبیلہ اپنے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر قائم رہا۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت طہارت اور غسل جنابت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اسی طرح ان کے ہاں ختنہ اور خصائل فطرت کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اہل جاہلیت نماز کا اہتمام بھی کرتے اور عرب کے حکماء وضو بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح جاہلیت میں مہمان نوازی، اہل و عیال کا نفقہ، مساکین پر خیرات کرنا، صلہ رحمی اور حوادث میں دوسروں پر ہمدردی اور امداد کرنا یہ سب امور زکوۃ میں شمار ہوتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ فجر تا غروب آفتاب رکھا کرتے اور اعتکاف کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ بیت اللہ کا حج کرنا، شعائر الہیہ کا احترام کرنا اور حرمت کے مہینوں کی تعظیم کرنا ان کے ایسے امور تھے جن میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اہل عرب ذبیحہ کا گلا نہیں گھونٹتے تھے بلکہ خلق کا ذبیحہ کیا کرتے تھے۔ بنی اسماعیل ملت ابراہیم پر ہی کاربند رہے یہاں تک کہ عمرو بن لحہ نے ان کے دین میں خرافات کو شامل کر دیا۔ اسی طرح اہل عرب میں کھانے پینے، لباس، مردوں کے دفن کرنے کا طریقہ، نکاح، طلاق، عدت، خرید و فروخت کے طریقے معین تھے۔ محارمات ان کے ہاں حرام تھیں۔ ظلم و تعدی کے لئے ان کے ہاں تعزیرات، قصاص، دیت، قسامہ کے حوالے سے سزائیں موجود تھیں۔[15]

اسلام سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک بھی کچھ ایسے لوگ موجود رہے جو دین ابراہیم کے پیروکار تھے۔ انہیں حنفاء کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں شرک سے انکار کرتے اور توحید کا اعلان کرتے تھے۔۔ بتوں کی پوجا اور ان کے نام پر قربانی کرنے سے انکار کرتے تھے۔۔ اللہ کو اپنا خالق تسلیم کرنے سے متعلق عربوں کے مختلف رویوں کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔

"وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ"[16]

اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔

مشرکین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ زمین و آسمان، اور چاند اور سورج کی خالق صرف اللہ تعالی کی ذات ہے۔ مشرکین سے سوال کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے کہ

"وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ"[17]

اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔

عربوں میں اللہ کا لفظ خدا کے لئے بطور اسم ذات مستعمل تھا۔ جاہلی اشعار میں اللہ لفظ کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ قس بن ساعدہ الایادی کے شعر میں اللہ کا لفظ اس طرح سے ملتا ہے۔

"كلا بل هو الله إله واحد ... ليس بمولود ولا والد"[18]

بلکہ وہ اللہ ہی واحد الہ ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

عرب کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سلمہ کے شعر میں بھی اللہ کا لفظ اس طرح سے استعمال ہوا ہے۔

"فَلاَ تَكْتُمُنَّ اللَّهَ ما فِي صُدُورِكُمْ لِيَخْفَى وَمَهْمَا يُكْتَمِ اللَّهُ يَعْلَمِ"[19]

اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے اللہ سے نہ چھپاؤ، تاکہ وہ چھپی نہ رہ جائے اور جو بات بھی تم چھپاؤ گے اللہ اسے جان لے گا۔

اہل عرب سے متعلق اللہ تعالی کے آگے دعا اور مناجات کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ان میں سے عبد المطلب کے حوالے سے ایک دعا کا ذکر بھی ملتا ہے کہ جب ابرہہ کے مکہ پر حملہ کے وقت آپ عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم، معطم بن عدی اور مسعود ثقفی کے ہمراہ جبل حراء پر چڑھ گئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

"لا هُمَّ إِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهُ ... فَامْنَعْ حِلالَكْ

لا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ ... غَدْوًا مِحَالَكَ

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْلَتَنَا ... فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكَ"[20]

اے اللہ! آدمی اپنے متاع کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے متاع کعبہ کی حفاظت فرما۔

اور ان کی صلیبیں اور ان کے حیلے بہانے تیری قدرت پر غالب نہیں آسکتے ہیں۔

تجھے اس کا بھی اختیار حاصل ہے کہ تو انہیں اس لئے چھوڑ دے کہ یہ ہمارے قبیلے کے ساتھ جو چاہیں کریں۔

اہل عرب بیت اللہ کے طواف کے وقت تلبیہ بھی پڑھا کرتے تھے۔

"لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا، هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ" [21]

اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، سوائے ایسے شریک کے جن کا اور جن کی ملک کا مالک بس تو ہے۔

عرب تلبیہ میں خدا کی واحدانیت کا اظہار تو کرتے لیکن بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے اور انکی ملکیت کو خدا کے قبضہ میں سمجھتے تھے۔[22] ان کے اس عقیدہ کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ

"وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ"[23]

اور بہت لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات میں رسالت کا تصور موجود ہونے کی بنا پر عربوں میں بھی رسالت کا تصور موجود تھا۔ عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ اپنے فضل اور مہربانی سے بعض اوقات کسی آدمی کو لوگوں کی طرف مبعوث فرماتا ہے فرشتوں کے ذریعے اس بندے پر وحی نازل فرماتا ہے۔ لوگوں پر اسکی اطاعت فرض ہوتی ہے اور اس نبی کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔[24]

جاہلی عربوں کا شاعر امیہ بن ابی صلت اپنے شعر میں نبی کے آنے کی تمنا کرتا ہے:

"ألا رسول لنا منا يخبرنا ... ما بعد غايتنا من رأس مجر انا"[25]

کیا کوئی ہمارا نبی نہیں ہے جو ہمیں ابتداء سے لے کر انتہاء کے بعد تک کی خبریں دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وحی کا سارا واقعہ بیان فرمایا۔ تو ورقہ بن نوفل نے فرمایا کہ یہ تو وہی ناموس ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء علیہم السلام کے پاس آتا رہا ہے۔[26] اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب منصب نبوت اور رسالت سے باخبر تھے۔

اہل عرب میں اکثر ایسے لوگ موجود تھے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے۔ اور جزاء اور سزا سے متعلق امور کے قائل نہیں تھے۔ مگر ایک قلیل گروہ آخرت کا قائل تھا۔ قرآن پاک میں عربوں کے ان دونوں گروہوں کے نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔ آخرت کے منکریں کے قول کے بارے میں ذکر موجود ہے:

"وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ"[27]

اور کہتے ہیں ہمارے لئے صرف دنیا ہی کی زندگی ہے اور ہم کو پھر زندہ نہیں ہونا۔

"وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ"[28]

اور اگر آپ کو (کفار کی باتوں پہ) تعجب ہے تو ان کا یہ قول عجیب تر ہے کہ وہ کہتے ہیں جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی شکل میں اٹھائے جائیں گے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایک ایسا گروہ موجود تھا جو موت اور اس کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر اعتقاد رکھتا تھا۔[29] اہل عرب اسکے ساتھ ساتھ یوم حساب پر بھی ایمان رکھتے تھے:[30]

"ولقد شهدتُ الخصم يوم دفاعه ... فأخذت منه خطّة المقتال

وعلمت أن الله جازٍ عبده ... يوم الحساب بأحسن الأعمال"[31]

اور میں جانتا ہوں کہ یوم حساب کے دن اللہ تعالی اپنے بندوں کو اچھے اعمال کی جزاء دے گا۔

اور اللہ تعالی اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے یوم حساب کے دن اعمال کا اچھا بدلہ دے گا۔

عربوں میں یوم آخرت اور اس روز جزاو سزا کا تصور سابقہ انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں بعثت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو نرمی کے ساتھ دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا"[32]

اے میرے باپ! میں ڈرتا ہوں کہیں آپ کو رحمن کا کوئی عذاب نہ آ پکڑے، پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔

دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں ایک رسم تھی جسے بلیہ کہا جاتا تھا۔ بلیہ ایک اونٹنی ہوتی تھی جو کسی انسان کے مرنے کے بعد اسکی قبر کے ساتھ باندھ دی جاتی۔[33] اہل عرب کا یہ خیال تھا کہ جس شخص کے مرنے کے بعد بلیہ نہ بنائی جائے وہ روز قیامت پیادہ اٹھے گا۔ اور جسکی بلیہ ہو گی وہ اپنی بلیہ پر اٹھے گا۔[34]

"ابنيّ! زودني، إذا فارقتني ... في القبر، راحلة برحل قاتر

للبعث أركبها إذا قيل اظعنوا ... مستوسقين معا لحشر الحاشر"[35]

اے میرے بیٹے! جب مجھے قبر میں چھوڑ کر جانا تو میرے ساتھ ایک سواری دیتے جانا جس پر پالان بندھا ہو جو اس کی پیٹھ پر ٹھیک بیٹھتا ہو تاکہ میں قیامت کے دن دوبارہ اٹھنے کے لئے اس پر سوار ہو سکوں۔

دور جاہلیت کا شاعر زہیر بن سلمی بھی قیامت کے روز جزاء اور سزا کا قائل تھا۔ وہ اپنے شعر میں لکھتا ہے کہ

"فَلاَ تَكْتُمُنَّ اللَّهَ ما فِي صُدُورِكُمْ لِيَخْفَى وَمَهْمَا يُكْتَمِ اللَّهُ يَعْلَمِ

يُؤَخَّرْ فَيُوضَعْ فِي كِتابٍ فَيُدَّخَرْ... لِيَوْمِ الحِساب أويُعَجَّلْ فَيُنْقَمِ"[36]

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے اللہ سے نہ چھپاو تاکہ وہ مخفی رہ جائے۔ اور جو تم اس سے چھپاوگے اللہ اسے جان لے گا۔ اسکی جزاء کو نامہ اعمال میں رکھ کر قیامت کے لئے موخر کر دیا جائے گا۔ یا جلد اسی دنیا میں اس کا بدلہ دے دیا جائے گا۔

بعض اہل عرب میں جنت اور دوزخ کا تصور بھی موجود تھا۔ ورقہ بن نوفل نے عمرو بن زید نفیل کے قتل ہونے پر جو اشعار کہے ان میں بھی جنت اور دوزخ کا تصور ملتا ہے۔

"رشدت و أنعمت ابن عمرو و إنما ... تجنبت تنورا من النار حاميا"

اے ابن عمرو کے بیٹے تم نے ہدایت پائی اور تو بہت اچھا رہا کہ دوزخ کے دہکتے ہوئے تنور سے بچ گیا۔

"بدينك ربا ليس رب كمثله ... وتركك أوثان الطواغي كما هيا"

اس دین کے سبب کے تو نے اس رب کا دین اختیار کیا اور اس جیسا کوئی رب نہیں۔اور تو نے ان بتوں کو چھوڑ دیا جو گمراہ کرنے والے تھے۔

فأصبحت في دار كريم مقامها ... تعلل فيها بالكرامة لاهيا[37]

پس تو جنت کے اس بزرگ مقام میں پہنچ گیا ہے جہاں تو عیش و عشرت کے ساتھ رہ رہا ہے۔

اہل عرب وفات کے موقع پر غسل اور کفن دفن کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔اہل عرب میں جب کوئی وفات پا جاتا تو اس کو کفن پہنایا جاتا اور اس کے لئے دعا کی جاتی۔وہ مرنے والے کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کے تمام محاسن کا ذکر کرتے اور اس کو دعا دیتے کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور پھر اس کو دفن کر دیا جاتا۔[38]

اہل عرب میں جس طرح کچھ لوگ وجود باری تعالی اور توحید کے قائل تھے اسی طرح وہ قضاء اور قدر پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کو جو اچھائی اور برائی پہنچتی ہے لکھی جا چکی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے ہے۔امام حسن بصری کا قول ہے کہ اہل عرب اپنے خطبوں اور اشعار میں قدر کا ذکر کیا کرتے تھے شرع نے اس کو موکد کر دیا۔[39]

اہل عرب فرشتوں کے وجود کے قائل تھے مگر انہوں نے اپنے اس عقیدے میں خرافات پیدا کر لی تھیں۔جیسا کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور فرشتوں کو خدا کے اس امر کا ذریعہ قرار دیتے کہ جو امر جدا کو نامعلوم ہو وہ امر ان فرشتوں کے ذریعے معلوم کر لیا جاتا ہے۔[40]

اسلام سے قبل عربوں میں عبادات کا تصور

دین ابراہیم علیہ السلام میں طہارت لازمی جزو رہا ہے غسل جنابت کے حوالے سے حکم اور اس پر عمل اہل عرب میں موجود رہا ہے۔ عربوں کے ہاں عبادات میں طہارت اور غسل جنابت بھی شامل تھا۔ عرب کے حکماء وضو بھی کیا کرتے تھے۔[41] خصائل فطرت کے دس امور عربوں میں شامل تھے۔ حدیث مبارکہ ہے:

"الفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الفِطْرَةِ: الخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الإِبْطِ، وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ"[42]

پانچ چیزیں خصائل فطرت ہیں جن میں ختنہ کرانا، موئے زیر ناف مونڈنا، بغل کے بال نوچنا، ناخن ترشوانا، مونچھ کم کروانا پیدائشی سنتوں میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے:

"عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَ انْتِقَاصُ الْمَاءِ"[43]

خصائل فطرت دس ہیں: مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، سر میں مانگ نکالنا، بدن کے جوڑوں کو دھونا، بغل اور زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا۔

خصائل فطرت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا حصہ تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے عربوں کی معاشرت کا حصہ بنیں اور تمام عرب ان پر عمل پیرا تھے۔[44]

ملت ابراہیم کا ایک اہم جزو نماز ہے۔ عرب اس عبادت سے آشنا تھے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ قس بن ساعدہ الایادی نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہود، مجوسی اور باقی عربوں میں نماز کے اندر تعظیمی افعال کی پابندی موجود تھی۔ سجدہ بہت ضروری تھا۔ دعا اور ذکر الہی کے لئے مقولے بھی تھے۔[45]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"وَقَدْ صَلَّيْتُ، يَا ابْنَ أَخِي قَبْلَ أَنْ أَلْقَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثِ سِنِينَ، قُلْتُ: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، قُلْتُ: فَأَيْنَ تَوَجَّهُ؟ قَالَ: أَتَوَجَّهُ حَيْثُ يُوَجِّهُنِي رَبِّي"[46]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اولین ملاقات سے تین سال پہلے سے ہی میرا یہ معمول تھا کہ میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے جواب دیا کہ جس طرف میرا رب رخ کر دیا کرتا تھا۔

اہل عرب مسجد میں اعتکاف بھی کیا کرتے تھے،[47] روایت میں ہے:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي المَسْجِدِ الحَرَامِ - قَالَ: أُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً: -، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ»"[48]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنھا نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی کہ میں مسجد احرام میں اعتکاف کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے رات بھر اعتکاف فرمایا۔

شعائر ابراہیمی میں تحنث یعنی گوشہ نشینی بھی اہم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تحنث فرما رہے تھے۔ قریش زمانہ جاہلیت میں تحنث کیا کرتے تھے۔ قریش میں عبادت کے لئے گوشہ نشینی کی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے ڈالی تھی۔ حضرت عبدالمطلب رمضان کے مہینہ میں غار حرا چلے جایا کرتے تھے۔ اور پورا

مہینہ وہیں گزارتے اور اس دوران جو مساکین آتے ان کو کھانا کھلاتے۔ آپ کو دیکھ کر قریش کے دیگر افراد بھی غار حرا جانے لگے اور خاص طور پر ورقہ بن نوفل اس کی پابندی کرنے لگے۔[49]

پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے، اسی مناسبت سے اہل عرب کے یہود و نصاری میں بھی روزہ معروف تھا۔ مدینہ میں چونکہ یہودی رہتے تھے اس لئے مدینہ میں روزہ معروف تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ

"كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ المَدِينَةَ صَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ"[50]

عاشورہ کے دن زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا۔ لیکن رمضان کی فضیلت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزہ کو چھوڑ دیا اور فرمایا، اب جس کا جی چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے اس روزہ کو چھوڑ دے۔

اہل عرب یہ روزہ شریعت ابراہیمی کے تحت رکھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی طرح روزہ کو بھی حکم موافق کے طور پر اپنایا کہ یہ فعل خیر ہے۔[51] شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ عاشورہ کے روزہ کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس روزہ کا دستور اہل عرب اور اہل کتاب میں باقی رہا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستور کو برقرار رکھا۔[52]

اہل عرب بیت اللہ کا حج بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس میں بہت کچھ ایسا شامل کر رکھا تھا جس کا تعلق شریعت ابراہیم سے نہ تھا۔ حج ان کے عبادات کے اصولوں میں سے تھا لیکن انہوں نے اس میں شرک شامل کر لیا تھا۔[53]

اہل عرب صفا و مروہ کی سعی کیا کرتے تھے جب اللہ تعالی نے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا مروہ کی سعی کا ذکر نہیں کیا تو لوگ کہنے لگے یارسول اللہ ہم تو زمانہ جاہلیت میں صفا مروہ کی سعی کیا کرتے تھے۔ لیکن اب اللہ تعالی نے طواف کا ذکر تو فرمایا ہے لیکن صفا مروہ کی سعی کا ذکر نہیں فرمایا تو اب اس کی سعی کرنے پر ہم پر کوئی گناہ ہو گا؟ تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: [54]

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ"[55]

بیشک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

قریش نے وقوف عرفہ اور وہاں سے اضافہ ترک کر دیا تھا۔ حالانکہ انہیں اس بات کا اعتراف تھا کہ عرفہ شعائر حج اور دین ابراہیم میں سے ہے۔ مگر اس کے باوجود مزدلفہ جو حرم میں ہی تھا سے واپس آجاتے۔ [56]

وقوف عرفات کے حوالے سے ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ زبیر بن معطم سے سند کے ساتھ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث ہونے سے پہلے لوگوں کے ساتھ عرفات میں اونٹ پر وقوف کرتے دیکھا ہے۔ اور یہ خاص اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توفیق تھی۔ [57]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ حمس کے علاوہ باقی تمام لوگ جاہلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ حمس قریش اور ان کی آل اولاد تھی۔ حمس لوگوں کو اللہ کے واسطے کپڑے دیا کرتے تھے۔ قریش کے مرد دوسرے مردوں کو اور قریش کی عورتیں دوسری عورتوں کو کپڑے دیا کرتیں تاکہ وہ ان کو پہن کر طواف کر سکیں۔ اور جب تک ان کو قریش سے کپڑے نہ ملتے یہ ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔ [58] ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ اہل عرب نے یہ بدعت جاری کر دی تھی کہ کوئی شخص کپڑوں میں طواف نہ کرے جب تک حرم میں کپڑا خرید کر نہ پہن لے۔ اور اگر کوئی نہ خرید سکے تو وہ برہنہ ہو کر طواف کرے۔ مرد برہنہ طواف کیا کرتے تھے جبکہ عورتیں چادر اوڑھے رکھتیں تھیں۔ [59]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز نام کے بازار تھے۔اس لئے اسلام آنے کے بعد حج کے دنوں میں صحابہ کرام نے کاروبار کرنے کو برا خیال کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کے ہاں سے تلاش رزق کرو۔یعنی حج کے دنوں میں مذکورہ منڈیوں میں جاؤ۔[60]

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا ھَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ"[61]

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو پس جب عرفات سے چلو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کو اس طرح یاد کرو جس طرح اللہ نے تم کو ہدایت کی ہے،اس سے پہلے بلاشبہ تم گمراہوں میں سے تھے۔

اہل جاہلیت تلبیہ پڑھا کرتے تھے لیکن انہوں نے اس میں شرک کو شامل کر لیا تھا۔انہوں نے بتوں کے نام پر تلبیہ کے الفاظ میں شرک شامل کر لیا تھا۔اور بتوں کے نام پر الفاظ کو مخصوص کر لیا تھا۔[62]

اہل عرب سائبہ جو نذر و نیاز کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور قربانی کے جانور جو اپنے ساتھ کعبہ لے کر جاتے ان پر سواری کرنا معیوب سمجھتے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: «ارْكَبْهَا» فَقَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ: «ارْكَبْهَا» قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ: «ارْكَبْهَا وَيْلَكَ» فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ"[63]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کا جانور لے جاتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔تو اس نے کہا یہ تو قربانی کا جانور ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس! سوار بھی ہو جا۔اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور تیسری مرتبہ بھی فرمایا۔

عربوں کا عائلی نظام

اہل عرب میں شادی بیاہ کا تصور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل موجود تھا۔ اہل عرب اپنا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام کی روایات عربوں میں قدیم عرصے سے چلی آرہی تھیں۔ لہذا نکاح کے سلسلہ میں بھی عرب آپ علیہ السلام کی دینی روایات کو اپنائے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں موجود تمام احکامات وہی ہیں جو دین ابراہیم علیہ السلام میں موجود تھے۔ اہل عرب دین ابراہیم کے بعض اصولوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور ان کی خلاف ورزی کو جرم سمجھتے تھے۔[64] نکاح کے عمل میں خطبہ نکاح ایک اہم جز تھا۔[65] اس کے علاوہ ولی کی اجازت کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔[66]

نکاح کے وقت مہر مقرر کیا جاتا تھا اور ایجاب و قبول کو نکاح کا ایک اہم عنصر سمجھا جاتا تھا۔[67] لڑکی کے گھر بارات لے کر جانے کا تصور بھی موجود تھا۔ اور لڑکی والوں کی طرف سے دعوت وبعام کا بندوبست ہوتا تھا اور لڑکے والوں کی طرف سے ولیمہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔[68] دولہا کی طرف سے عزیز واقرباء اور احباب کے لئے دعوت ولیمہ منعقد کی جاتی تھی۔ یہ عربوں کے ہاں تہذیبی اور تمدنی روایت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مذہبی روایت بھی تھی۔ کیونکہ یہ دین حنیف کا ایک اہم حصہ تھی۔ ولیمہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت نکاح ہونے کی وجہ سے اسکی سماجی حیثیت کے ساتھ دینی حیثیت بھی رہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب اور قریش مکہ میں دعوت ولیمہ کا رواج تھا۔ عموماً رخصتی کے بعد شوہر یا اس کے گھر والے دعوت ولیمہ پر عزیز واقرباء اور احباب کو مدعو کیا کرتے تھے۔[69]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں قواعد نکاح مقرر ہو چکے تھے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نکاح میں مشہور و معروف ہے کہ اس کا سرچشمہ سنت ابراہیمی ہی ہے۔ عبادات کے تسلسل کے ساتھ ساتھ احکام و قوانین میں بھی تسلسل پایا جاتا ہے۔[70] عربوں نے جہاں شریعت ابراہیم علیہ السلام کے بہت سے معاملات میں اختراعات پیدا کیں وہاں شادی بیاہ کے معاملات

میں بھی بہت سی خرافات کو شامل کر لیا۔ اسلام میں عربوں کی خرافات کا خاتمہ کیا گیا اور نکاح کی حقیقی صورت کو جاری فرمایا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی صورتوں میں سے اسلام نے نکاح کی ایک صورت کو جائز و برقرار رکھا اور باقی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے۔ ان میں سے نکاح کی ایک صورت تو یہی ہے جو آج کل لوگ کرتے ہیں۔

"فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ اليَوْمَ"[71]

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نکاح جو آج کل لوگ کرتے ہیں اس کے علاوہ باقی تمام مانندہ نکاحوں کو ختم کر دیا۔

عربوں نے زمانہ جاہلیت میں چند باتوں کو حرام قرار دے دیا تھا۔ قرآن پاک میں بھی ان امور کو حرام قرار دے دیا گیا۔ جن جن رشتوں کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا تھا ان باتوں کو زمانہ جاہلیت میں بھی حرام جانا جاتا تھا۔ سوائے سوتیلی ماں کے اور دو سگی بہنوں کو ایک نکاح میں رکھنے کے۔[72] محرمات کی تعظیم کرنا ان میں برابر چلا آرہا تھا۔ لہذا اللہ تعالی نے ان محرمات کی تعظیم کو برقرار رکھا۔[73]

عربوں میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام نے تین بار طلاق کے طریقہ کو جاری فرمایا اور پھر عربوں نے بھی آپ علیہ السلام کے اس طریقہ کو اپنا لیا۔ جب کوئی شخص اپنی عورت کو ایک بار طلاق دے دیتا تو بھی وہی شخص اس عورت کو اس وقت تک اپنے پاس رکھنے کا زیادہ حقدار ہوتا تھا یہاں تک کہ اس کو تین طلاقیں پوری دے دیتا۔ اور اس کے بعد اس عورت سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ان میں یہ رجحان بھی کثرت سے پایا جاتا تھا کہ جتنی چاہے طلاقیں دے دیتے اور پھر ان سے رجوع کر لیتے۔[74]

عربوں کے ہاں یہ بھی رواج تھا کہ عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد عدت گزارا کرتی تھی اور اس عدت کی مدت کم و بیش ایک سال ہوتی اور اس دوران اسے انتہائی گندگی اور غلاظت والی جگہ پر رکھا جاتا تھا۔[75] زمانہ جاہلیت میں یہ رواج بھی تھا کہ اگر کوئی عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جاتی تو وہ اس کے زبردستی وارث بن کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اسلام نے عربوں میں موجود طلاق کے حوالے سے ان فرسودہ رسومات کا خاتمہ کیا جو خلاف شریعت تھیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ

"یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْہًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْہُنَّ لِتَذْہَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْہُنَّ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْہُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ کَرِہْتُمُوْہُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا" [76]

اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ عورتوں کو زبردستی میراث میں لے لو اور نہ اس لیے انہیں روکے رکھو ان سے اپنا دیا ہوا کچھ لے لو سوا اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں اور عورتوں کے ساتھ اچھی گزران کرو پھر اگر وہ تمہیں نہ بھائیں تو شاید تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت اچھائی رکھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہا اس آیت کے شان نزول کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

"وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَرِثُ امْرَأَةَ ذِي قَرَابَتِهِ فَيَعْضُلُهَا حَتَّى تَمُوتَ أَوْ تَرُدَّ إِلَيْهِ صَدَاقَهَا، فَأَحْكَمَ اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ"[77]

ایک مرد اپنے رشتہ دار کی بیوی کا وارث ہوتا، پھر اس کو دوسرے نکاح سے منع کرتا، یہاں تک کہ وہ عورت اسی طرح انتقال کر جاتی، یا جو مہر وصول کر چکی ہوتی اسے واپس کر دیتی، تو اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا۔

عربوں میں ولادت سے متعلق رسومات

بچے کی پیدائش پر اللہ تعالی کا شکر بجالانا انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت رہی ہے۔ عربوں میں بچے کی پیدائش کے حوالے سے پائی جانے والی روایات دین ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کا نتیجہ تھیں۔بچے کی پیدائش کے بعد ماں کا دودھ پلانے سے پہلے بچے کا بزرگ یا کوئی قریبی رشتہ دار کھجور کو منہ میں چبا کر، شہد یاں کوئی اور صحت افزاء میٹھی چیز بچے کو کھلایا کرتا تھا۔اس عمل کو تحنیک کہا جاتا تھا۔[78] تحنیک کی سماجی اور تہذیبی جڑیں بالخصوص دین ابراہیم سے عربوں میں منتقل ہوئیں۔[79] تحنیک کے علاوہ بچے کی حفاظت کے لئے دعا بھی کی جاتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے موقع پر حضرت ابوالمطلب اپنے پوتے کی پیدائش کی خبر سن کر گھر تشریف لائے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔[80]

عہد جاہلیت میں عربوں کے ہاں رضاعت کی اہم مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کے حوالے سے ملتی ہے۔ پیدائش کے چند دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولین رضاعت حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالی عنھا سے پائی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کی باندی تھیں۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو بھی دودھ پلایا تھا۔ان کے علاوہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنھا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ برس تک ان کے پاس رہے اور آپ رضی اللہ تعالی عنھا نبی اکرم صلی اللہ کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔[81] عرب کے شرفاء کا اہم ترین ضابطہ تھا کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو رضاعت کے لئے گاؤں بھیج دیا کرتے تھے۔تا کہ وہاں انکی پرورش صحت افزاء ہو سکے اور فصیح عربی زبان سیکھ سکیں، لیکن اولین مقصد رضاعت ہی ہوا کرتا تھا۔[82]

عقیقہ کی رسم ایک قربانی ہے جو بچے کا پیدائش کے ساتویں دن سر منڈوانے کے وقت کی جاتی ہے۔عہد جاہلیت میں نومولود کے لئے عقیقہ کی تقریب میں سات طرح کی رسومات ادا کی جاتیں تھیں۔نومولود کے بال مونڈے جاتے تھے اور ان بالوں کے برابر

صدقہ کیا جاتا تھا۔ اور اس کا نام رکھا جاتا تھا۔ ایک یا دو بکری یا بکرے کی قربانی کی جاتی اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا اور اہل محلہ اور عزیز و اقارب کی دعوت کی جاتی۔ خوشیاں منائی جاتیں اور تحفے تحائف کا تبادلہ کیا جاتا اور نغمے اور گیت گائے جاتے۔[83]

دین محمدی میں عقیقہ نسبت ہے کہ اس فرزند کا دین ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا تابع ہونا معلوم ہو۔[84] عہد جاہلیت میں عرب بچے کی پیدائش پر عقیقہ کیا کرتے تھے۔ یہ روایت دین ابراہیم علیہ السلام سے تھی جو بعد میں بھی عربوں میں جاری رہی۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہ رضی اللہ تعالی عنہا سے سنا کہ وہ بیان کرتے ہیں:

"كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا"[85]

دور جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے ہاں بچے کی ولادت ہوتی تو وہ ایک بکری کو ذبح کرتا، اور اس کا خون سر پر لگا دیتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کی طرف سے عقیقہ کی تقریب منعقد ہوئی جس میں مہمانوں کی ضیافت کا اہتمام بھی کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے ساتویں روز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے کچھ جانور ذبح کئے اور قریش کی دعوت کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا۔[86] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اولاد کا عقیقہ کیا ابن سعد کی روایت سے اس کا ذکر ملتا ہے۔ کہ اگر لڑکا ہوتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنھا دو بکریاں، اور اگر لڑکی ہوتی تو ایک بکری کا عقیقہ کرتیں۔[87]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے قدوم (کلہاڑے) سے ختنہ کیا۔[88] عربوں کے ہاں ختنہ کرنے کی روایت موجود تھی، اور وہ اس سنت ابراہیمی پر کاربند تھے۔ عرب ختنہ کو دین حنیف کا رکن سمجھتے تھے۔[89] اہل عرب اپنے لڑکوں کے ختنے دار الندوۃ میں کروایا کرتے تھے۔[90] عربوں کے ہاں عموماً عقیقہ کی تقریب میں ہی ختنہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ البتہ ختنہ کی سنت کی ادائیگی کا اہتمام بعد میں بھی کیا جاتا تھا۔

تجہیز وتدفین

اہل عرب وفات کے موقع پر مردے کے غسل اور کفن دفن کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے۔ جب کوئی وفات پا جاتا تو اہل عرب اس کو کفن پہناتے اور اس کے لئے دعا کیا کرتے اور اس مرنے والے کے سرہانے کھڑے ہو جاتے اور اس مرنے والے کے تمام محاسن کا ذکر کیا کرتے اور پھر علیک رحمۃ اللہ کہا کرتے اور اس کے بعد مردہ کو دفن کر دیا جاتا۔[91]

حدود وتعزیرات

اسلام سے قبل عربوں کے ہاں تعزیرات متعین تھیں۔ عرب قصاص، دیت اور قسامہ پر سزا دیتے تھے۔ اسی طرح زنا اور چوری کی بھی سزائیں مقرر تھیں۔[92] حضرت عبد المطلب کے حوالے سے بیان ہوتا ہے کہ آپ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتے تھے اور شراب اور زنا کی حرمت کے بھی قائل تھے۔ اسلام سے قبل عربوں میں قتل کی سزا دیت اور قصاص کے اصول مدتوں سے چلے آ رہے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یہ ملت ابراہیمی اور دین حنیفی کے اصول و قواعد رہے ہوں۔[93] عربوں میں دیت کی مقدار دس اونٹ تھی۔ سب سے پہلے حضرت عبد المطلب نے قریش اور تمام عرب میں یہ سنت جاری کی کہ ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا۔[94]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن میں حدود سے متعلق خصوصی احکامات عطا فرمائے گئے۔ قرآن و سنت میں جن جرائم کی سزائیں مقرر ہوئیں ان میں زنا، حرابہ، قذف، چوری، خمر، ارتداد اور ڈاکہ شامل ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود کو قائم فرمانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے:

"أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ المَرْأَةِ المَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا

أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَ ايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"[95]

مخزومیہ خاتون جس نے چوری کر لی تھی،اس کے معاملہ نے قریش کو فکر میں ڈال دیا۔انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کون کرے گا؟آخر یہ طے پایا کہ اسامہ بن زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز ہیں ان کے سوا کوئی اور اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔چنانچہ اسامہ نے اس بارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے کچھ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے اسامہ کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور خطبہ فرمایا کہ "پچھلی بہت سی امتیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں۔"

قصاص اور دیت کے بارے میں فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَه مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَه عَذَابٌ اَلِيْمٌ. وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[96]

اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا ہے مقتولوں میں قصاص (برابری) کرنا، آزاد کے بدلے آزاد، اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے موافق پیچھے جانا اور اسے ادا کرنا چاہیے خوبی کے ساتھ، یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہوئی پھر جس نے زیادتی کی اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اے عقل مندو! تاکہ تم بچتے رہو۔

سورۃ المائدۃ میں فرمایا گیا:

"وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"[97]

اور ہم نے اس توراۃ میں یہودیوں پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا بدلہ اسی جیسا زخم لگانے سے ہے، پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو حکم نہ کرے اس کے مطابق جو کہ اللہ نے اتارا، پس یہی لوگ ظالم ہیں۔

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کے ساتھ معبوث کیا گیا تھا تو یہ ضروری تھا کہ شریعت محمدی میں اس ملت کے قوانین کو باقی رکھا جائے۔اوراس شریعت کے بنیادی مسائل میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ بلکہ عمومی احکام میں تخصیص کر دی جائے اگر کسی معاملہ میں تحدید نہیں کی گئی تو وہاں ضرورت کے مطابق حدبندی کر دی جائے۔ جس سے ملت کے اصل قوانین میں تبدیلی نہیں آئے گی۔[98]

اللہ تعالیٰ کو عربوں کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے لوگوں کا تزکیہ مطلوب تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ آخری نبی کے اولین مخاطبین جو کے عرب تھے ان کا تزکیہ کیا جائے۔ کیونکہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے لہذا آخری شریعت محمدی کے لئے عربوں کے رسم ورواج کو معیار بنایا گیا۔اور عربوں کی اچھی عادات کو اس شریعت میں باقی رکھا گیا اور ان کے برے خصائل وعادات کو نکال کر تغیر و تبدل کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف تھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حنیف تھے لہذا آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی پوری امت کو بھی حنیف بن کر رہنے کا حکم دیا گیا۔[99]

شاہ صاحب رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ملت ابراہیمی کے مجموعی قوانین پر نظر ڈالو گے تو عربوں ہی کے رسم ورواج اور عادات و اطوار کو ان قوانین میں ملاحظہ کرو گے۔ مثال کے طور پر اسلام نے عربوں کے طریقہ نکاح کو جاری رکھا جیسا کہ عرب لوگ اپنے

نکاح مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں کیا کرتے تھے اور زوجین سے ایجاب و قبول کروایا جاتا تھا۔اسلام میں اس طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے اس میں موجود خرابی کو نکال دیا گیا۔اسی طرح عربوں میں رائج مردے کی تجہیز و تدفین کے طریقے کو بھی اسلام میں قائم رکھا گیا۔ حالانکہ اس زمانہ میں بھی لوگ مردے کو جلادیتے یا جنگلی جانوروں اور پرندوں کے لئے دور کسی جنگل میں چھوڑ آتے۔اسلام میں عربوں کے رواج کے مطابق میت کو قبر میں دفن کرنے کے طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے باقی طریقے ختم کر دیئے گئے۔[100]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حنیف اسی کو کہا جاسکتا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی ملت کو مانتا ہو اور ان کے دین پر کاربند ہو۔اس لئے اللہ تعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کا اعلان کریں۔

"قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"[101]

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتایا ہے کہ وہ دین مستحکم ہے جو طریقہ ابراہیم (علیہ السلام) کا جو اللہ کی طرف یکسو تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

اسی طرح سورۃ النحل میں ہے:

"ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًاوَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"[102]

پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں، جو مشرکوں میں سے نہ تھے۔

عرب کے مشرکین اپنے متعلق دعوی کرتے تھے کہ وہ حنفاء ہیں اور وہ خود کو ملت ابراہیم کا پیروکار کہتے تھے۔ حالانکہ حنیف تو اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ملت ابراہیم کو بطور دین مانتا ہو۔اور اس کے شعائر کو لازم پکڑتا ہو، اور ان پر کاربند ہو۔(مشرکین ان امور کو ضائع کر چکے تھے)۔اور ملت ابراہیم کے شعائر یہ امور ہیں، بیت الحرام کا حج کرنا، اور اس کی طرف نماز میں رخ کرنا، اور جنابت

سے غسل کرنا، اور تمام خصائل فطرت پر کاربند ہونا، ختنہ کرنا، شہر حرم کی تعظیم کرنا، مسجد حرام کی تعظیم کرنا، محرمات نسبیہ اور رضاعیہ کو حرام سمجھنا، جانوروں کو ذبح کرنا اور نحر کرنا، اور جانوروں کے ذبح اور نحر سے اللہ تعالی کا قرب تلاش کرنا خصوصاحج کے ایام میں۔ اصل ملت ابراہیمی میں وضو، نماز، طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک روزہ، یتامی اور مساکین پر صدقہ کرنا، اور نوائب حق میں اعانت کرنا، ایسے مصائب جو لوگوں پر کسی وجہ سے آجاتے ہیں، جیسے وبا، قحط سیلاب، جنگ، وغیرہ میں جو لوگ زیر بار ہو جاتے ہیں ان کی اعانت و امداد کرنا، اور صلہ رحمی (قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک) یہ سب امور شروع تھے۔ اور ان امور کے باعث باہم مدح و ثناء بھی کی جاتی تھی۔ لیکن جمہور مشرکین ان امور کو چھوڑ چکے تھے۔ حتی کہ آہستہ آہستہ ان کی شکل و صورت بالکل باقی نہ رہی تھی۔ اور قتل نفس، چوری، زنا، اور سود کو حرام خیال کرنا بھی اصل ملت میں ثابت تھا۔ اور فی الجملہ ان امور سے انکار بھی کیا جاتا تھا۔ لیکن جمہور مشرکین نفس امارہ کے اتباع میں ان کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔[103]

حاصل کلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے خصائص قرآن پاک میں توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان بیان ہوئے ہیں۔ نماز، مناسک حج، قربانی، ختنہ، ہجرت اور انفرادی ذمہ داری کو بھی آپ علیہ السلام کے خصائص کے طور پر قرآنی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن پاک کی آیات کے ساتھ ساتھ ملت ابراہیم علیہ السلام کے شعائر ہمیں عربوں کی عادات اور رسم و رواج سے بھی ملتے ہیں جو بعد میں ملت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعائر بھی ٹھہرے۔ ان میں توحید، رسالت، نماز، آخرت پر ایمان، اور فرشتوں پر ایمان شامل ہیں، اسی طرح طہارت، تحنث، حج، روزہ، صلہ رحمی اور صدقات کا تذکرہ بھی ہمیں ملت ابراہیم سے ملتا ہے۔ عربوں میں نکاح و طلاق اور عدت کے تصور کا موجود ہونا بھی ان کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ رضاعت، عقیقہ، ختنہ، تجہیز و تدفین اور حدود و تعزیرات کا بھی عربوں میں عام رواج تھا جو ملت ابراہیم علیہ السلام کے خصائص میں سے ہیں اور دین اسلام کا حصہ بنیں۔

مصادر اور مراجع:

[1] ابو محمد عبدالملک ابن ہشام، السیرة النبویة (شام: المکتبة المصطفة،الطبعةالثانیة،1950) 1/93-110۔

Abu Muhammad Abd al-Malik Ibn Hisham, al-Seerat al-Nabawiyyah (Syria: Al-Maktaba al-Mustafa, Second edition, 1950),1/93-110.

[2] ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین(بیروت: دار الکتب العلمیة ،1990ء)

,رقم الحدیث:4036۔

Abu Abd Allah Muhammad b. Abd Allah al-Hakim, Al-Mustadrak Ala Al-Sahihyn (Beirut: Dar Al-Kutub Al -Alamiya, 1990), Hadith Number: 4036.

[3] محوّلہ بالا۔

Abidem.

[4] ابو عبداللہ احمد بن حنبل ، مسند الامام احمد بن حنبل (شام: مؤسسة الرسالة،2001ء)،رقم الحدیث:17163۔

Abu Abdullah Ahmad bin Hanbal, Musnad al-Imam Ahmad bin Hanbal (Syria: Muassisah Al Risala, 2001), Hadith number: 17163.

[5] سورة البقرة،2:129۔

Surah al-Baqarah, 2:129.

[6] سورة الشعراء،26:84۔

Surah al-Shu'ara, 26:84.

[7] سورةالحج،22:78۔

Surah al-Hajj, 22:78.

[8] احمد بن حنبل،مسند احمد بن حنبل ،رقم الحدیث:7368 ;ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی،مسند الشافعی (بیروت: دار الکتب ،1400ھ)13/1 ۔

Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad bin Hanbal, Hadith number: 7368; Abu Abdullah Muhammad bin Idris Al-Shafa'i, Musnad al-Shafa'i (Beirut: Dar al-Kitab, 1400 AH), 1/13.

[9] سورةالحج،22:27۔

Surah al-Hajj, 22:27.

[10] سورۃ آل عمران،193:3-

Surah al-Imran, 3:193.

[11] ابو عبداللہ محمد بن عمر الرازی،مفاتیح الغیب(بیروت: دار الاحیاء التراث العربی ،الطبعۃ الثانیۃ،1420ھ), 58/4-

Abu Abdullah Muhammad bin Umar Al-Razi, Mafatih al-Ghayb (Beirut: Dar al-Ahiya al-Turath al-Arabi, Second Edition, 1420 AH), 4/58.

[12] الرازی،مفاتیح الغیب ، 60/4-

Al-Razi, Mafatih al-Ghayb, 4/60.

[13] سورۃ ابراہیم 35:14-

Surah Ibrahim, 14:35.

[14] ایضاً ،37:14-

Ibid, 14:37.

[15] شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ،اردو مترجم:مولانا خلیل احمد(لاہور:کتب خانہ شان اسلام، س-ن)،97-98-

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, Urdu translator: Maulana Khalil Ahmad (Lahore: Kutabkhana Shaan Islam, ND), 97-98.

[16] سورۃ العنکبوت،61:29-

Surah Al-Ankabut, 29:61.

[17] ایضاً ،63:29-

Al-Ankabut, 29:63.

[18] عبدالکریم الشہرستانی،الملل والنحل(قاہرہ: موسسۃالحلبی،س-ن)،3/ 86-

Abd al-Karim Al-Shahristani, Al-Milal wa al-Nihal (Cairo: Moassisah al-Halbi, ND), 3/86.

[19] ابو زید محمد بن ابی الخطاب القرشی ،جمہرۃ اشعار العرب(مصر: نہضۃ المصر للطباعۃ ،س-ن) 165-

Abu Zayd Muhammad bin Abi al-Khattab al-Qurashi, Jamhrah Ash’ar al-Arab (Egypt: Nahzah al-Misr lil taba’ah, N.D) 165.

[20] ابو عبداللہ محمد ابن سعد،الطبقات الکبری (بیروت :دار الکتب العلمیۃ ،1410ھ)،74/1-

Abu Abdullah Muhammad Ibn Sa'd, Al-Taqabat al-Kubra (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulamiya, 1410 AH), 1/74.

[21] محمد بن علی بن محمد الشوکانی، فتح القدیر(بیروت: دار ابن کثیر، 1414ھ)،3/ 317۔

Muhammad bin Ali bin Muhammad Al-Shaukani, Fatah al-Qadir (Beirut: Dar Ibn Kathir, 1414 AH), 3/317.

[22] ابن ہشام،السیرۃ النبویۃ،1/78۔

Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyyah, 1/78.

[23] سورۃ یوسف،12:106۔

Surah Yusuf, 12:106.

[24] شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 194۔

Shah Waliullah, Hujjatullah al-Baligha, 194

[25] عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک و الامم (بیروت: دار الکتب العلمیۃ ، 1412ھ)،3/145۔

Abd al-Rahman bin Ali Ibn al-Jawzi, al-Muntazam fi Tarikh al-Muluk wa al-Ummum (Beirut: Dar al-Kitab al-Ilamiya, 1412 AH), 3/145.

[26] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ،1/238۔

Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyyah, 1:238.

[27] سورۃ الانعام،29:6۔

Surah al-An'am, 6:29.

[28] سورۃ الرعد،5:13۔

Surah al-Ra'd, 5:13.

[29] محمد بن حبیب ابو جعفر بغدادی، المحبر (بیروت: دار الآفاق، س-ن)،323۔

Muhammad bin Habib Abu Jafar Baghdadi, Al-Mahbar (Beirut: Dar al-Afaq, N.D.),323.

[30] الشہرستانی،الملل والنحل،3/ 86۔

Al-Shahristani, Al-Millal wa al-Nihal, 3/86.

[31] ابو جعفر بغدادی، المحبر، 322۔

Abu Jafar Baghdadi, Al-Mahbar, 322

[32] سورة مریم،45:19-

Surah Maryam, 45:19

[33] الشہرستانی، الملل والنحل،3:89 -

Al-Shahristani, Abu al-Fatah Muhammad bin Abd al-Karim, Al-Millal wa-Nahl, 3:89

[34] ابو جعفر بغدادی، المحبر، 323-

Abu Jafar Baghdadi, Al-Mahbar, 323.

[35] ایضاً ،324-

Ibid, 324.

[36]ابو زید القرشی ، جمهرة اشعار العرب، 165-

Abu Zayd al-Qurashi, Jamhrah Ash'ar al-Arab, 165

[37] ابن ہشام، السیرة النبویۃ ،232/1-

Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyyah, 1/232.

[38] ابو جعفر بغدادی ،المحبر، 320؛ الشہرستانی ،الملل والنحل،94/3 -

Abu Jafar Baghdadi, Al-Mahbar, 320; Al-Shahrastani, Al-Millal wa al-Nihal, 3/94.

[39] شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 194-

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha,194

[40] ایضاً ،195-

Ibid, 195.

[41] ایضاً ،197-

Ibid, 197.

[42]محمد بن اسماعیل البخاری ، صحیح البخاری ، باب قص الشارب، رقم الحدیث: 5889 -

Al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Bab Qass al-Sharib, Hadith Number: 5889.

[43] مسلم بن حجاج،صحیح مسلم ، باب خصال الفطرة ، رقم الحدیث:261-

Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, Bab Khisal al-Fitrah, Hadith Number: 261.

[44] ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی،مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء (لاہور: ادارہ نشریات ،2008ء)، 53-

Dr. Yasin Mazhar Siddiqui, Makki 'ahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa (Lahore: Nashriyat Islam, 2008), 53.

45 شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 197۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 197

46 مسلم بن حجاج،صحیح مسلم، باب من فضائل ابي ذر، رقم الحديث:2473 ۔

Muslim Ibn Hajjaj, Sahih Muslim, Bab min fazail abi Zar, Hadith Number: 2473.

47 شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 197۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 197

48 البخاری، صحیح البخاری باب إذا نذر في الجاهلية ان يعتكف ثم اسلم,رقم الحديث:2043۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab Iza Nazar fi al-Jahiliyyah An Ya'takif thumma aslam, Hadith Number: 2043.

49 علی بن ابراہیم حلبی ،السیرۃ الحلبیۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1427ھ)، 1/ 339۔

Ali ibn Ibrahim Halbi, Al-Sirat al-Halabiyyah (Beirut: Dar al-Kitab al-Ilamiya, 1427 AH), 1/339.

50 البخاری، صحیح البخاری ، باب صيام يوم عاشوراء، رقم الحديث:2002۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab Siyam Yaum 'Ashura, Hadith Number: 2002, 3:44

51احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ)، 248/4۔

Ahmad bin Ali Ibn Hajar Asqalani, Fath al-Bari Sharh Sahih al-Bukhari (Beirut: Dar al-Marafah, 1379 AH), 4:248.

52 شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغہ، 382۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 382.

53 ایضاً ،385۔

Ibid, 382.

54 البخاری، صحیح البخاری ، باب وجوب الصفا والمروة وجعل من شعائر الله ،رقم الحديث:1643، 2:157۔

Al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Bab Wujub al-Safa wa al-Marwa wa ja'al min Sha'air Allah, Hadith Number: 1643, 2:157

55 سورة البقرة،158:2۔

Surah Al-Baqarah, 2:158.

[56] البخاری، صحیح البخاری ،باب الوقوف بعرفة، رقم الحدیث:1665۔

Al-Bukhari, Sahih Bukhari, Bab wuquf bi'aarafah, Hadith Number: 1665.

[57] ابن ہشام، السیرة النبویة ،1:131۔

Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyyah, 1:131.

[58] البخاری، صحیح البخاری ،باب وقوف العرفة، رقم الحدیث:1665۔

Al-Bukhari, Sahih Bukhari, Bab wuquf bi'aarafah, Hadith Number: 1665.

[59] ابن ہشام، السیرة النبویة ،202/1۔

Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyyah, 1/202.

[60] البخاری، صحیح البخاری ،باب لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ، رقم الحدیث:4519 ۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab lysa 'alaikum junah an tabtaghu fazlan min Rabbikum, Hadith Number: 4519.

[61] سورة البقرة،198/2۔

Surah Al-Baqarah, 2/198.

[62] ابو جعفر بغدادی، المحبر، 313-314۔

Abu Jafar Baghdadi, Al-Mahbar, 313-314

[63] البخاری، صحیح البخاری ، باب رکوب البدن، رقم الحدیث:1689 ، 2:167۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab rukub al-Budn, Hadith Number: 1689, 2:167

[64] ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی،مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، 268 ۔

Yasin Mazhar Siddiqui, Makki 'ahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa, 268

[65] احمد بن محمد قسطلانی ، المواہب اللدینیة بالمنح المحمدیة (بیروت:المکتب الاسلامی، الطبعة الثانیة،1425ھ،)117/1۔

Ahmad bin Muhammad Qastalani, Al-Mawahib al-Laduniyya bil Manah al-Muhammadiya (Beirut: Al-Maktab al-Islami, Second Edition, 1425 AH), 1:117.

[66] محمد بن محمد ابن سید الناس ،عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل و السیر (بیروت:دار القلم ،1414ھ)،117/1 ۔

Muhammad bin Muhammad Ibn Sayyid al-Nas, Ayun al-Athar fi Funun al-Mughazi wa Shamail wa al-Siyar (Beirut: Dar al-Qalam 1414 AH), 1:177.

[67] قسطلانی ، المواہب اللدینیة ،179/1۔

Qastalani, Al-Mawahib al-Laduniyya, 1:179.

[68] ابن سعد،الطبقات الکبری،67/1۔

.Ibn Sa'd, Al-Taqabat al-Kubra, 1/67.

[69] ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی،مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، 282-283۔

Yasin Mazhar Siddiqui, Makki ‘ahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa, 282-283.

[70] ایضاً ،268۔

Ibid, 268.

[71] البخاری، صحیح البخاری ، باب من قال لا نكاح إلا بولي، رقم الحديث: 5127۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab man qal la nikah illa biwaliyyin, Hadith Number: 5127.

[72] ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر،تفسیر القرآن العظیم (بیروت:دار الکتب العلمیۃ ،الطبعۃ الاولی،1419ھ)،241/2۔

Abu al-Fida Ismail bin Umar Ibn Kathir, Tafseer al-Qur’an al-Azeem, Dar al-Kitab al-Ilamiya, Beirut,First Edition, 1419 AH, 2:241.

[73] شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ،518۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 518.

[74] ایضاً ،530۔

Ibid, 530.

[75] البخاری، صحیح البخاری ، کتاب الطلاق ،رقم الحدیث:6553۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Kitab al-Talaq, Hadith Number: 5536.

[76] سورۃ النساء،19:4۔

Surah al-Nisa, 4:19.

[77] ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:2090۔

Abu Dawud Sulaiman Ibn Al-Asha'ath, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Nikah, Hadith Number:2090.

[78] ابن حجر،فتح الباری ، 588/9۔

Ibn Hajar, Fath al-Bari, 9/588.

[79] یاسین مظہر صدیقی، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کاارتقاء، 314 ۔

Yasin Mazhar Siddiqui, Makki ‘ahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa, 314

80 ابو القاسم عبدالرحمن سہیلی،الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (بیروت:دار الاحیاء الترث العربی ،الطبعۃ الاولی،1421ھ)،94/2۔

Abu al-Qasim Abd al-Rahman Al-Suhaili, al-Rawd al-Anaf fi Sharh al-Sirat al-Nabiwiyyah libn Hisham (Beirut: Dar al-Ahya al-Turath al-Arabi, First Edition, 1421 AH), 2:94.

81 الحلبی ،السیرۃ الحلبیۃ ،125/1۔

Al-Halabi, Al-Sirat al-Halabiyyah,1/125.

82 مظہر یاسین صدیقی، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء،322۔

Yasin Mazhar Siddiqui, Makki ʻahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa, 322

83 ابن حجر، فتح الباری ،59/9۔

Ibn Hajar, Fath al-Bari, 9/59.

84 شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 518۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 518.

85 ابوداود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، باب في العقيقة، رقم الحدیث 2843، 107/3 ۔

Abu Dawud Sulaiman ibn al-Isha'ath, Sunan Abi Dawud, Bab fi al-ʻAqidah, Hadith Number: 2843, 3:107.

86 ابو الفداء اسماعیل بن عمر،البدایۃ والنہایۃ، (بیروت: دار الاحیاء التراث العربی، 1408ھ)،269/2۔

Abu al-Fida Ismail bin Umar, al-Badaiya and al-Nahaiya (Beirut: Dar al-hiya al-Turath al-Arabi, 1408 AH), 2:269.

87 ابن سعد،الطبقات الکبری ،133/1۔

Ibn Sa'd, Al-Taqabat al-Kubra, 1/133.

88 البخاری، صحیح البخاری ، باب الختان بعد الکبر ونتف الإبط، رقم الحدیث:6298۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab al-Khitan ba'd al-kibar wa natf al-ibit, Hadith Number: 6298.

89 محمد بن جریر الطبری،جامع البیان فی تاویل القرآن(شام: مؤسسة الرسالة،1420ھ)،541/24۔

Muhammad bin Jarir Al-Tabari, Jami' al-Bayan fi taweel al-Qur'an (Syria: Muassasah al-Risalah, 1420 AH), 24/541.

90ابن سعد ،الطبقات الکبری،70/1۔

Ibn Sa'd, Al-Taqabat al-Kubra, 1/70.

[91] الشہرستانی، الملل و النحل، 94/3۔

Al-Shahrastani, Al-Millal wa al-Nihal, 3/94.

[92] شاہ ولی اللہ،حجتہ اللہ البالغہ، 220۔

Shah Waliullah, Hujtaullah al-Baligha, 220.

[93] مظہر یاسین صدیقی، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، 474۔

Yasin Mazhar Siddiqui, Makki ‘ahd Nabawi mein Islami Ahkam ka irtiqa, 474

[94] محمد ادریس کاندھلوی، سیرت مصطفی (کراچی :کتب خانہ مظہری ،س-ن)،41/1۔

Muhammad Idris Kandhalvi, Sirat Mustafa (Karachi: Kutub Kahana Mazhari, ND) 1/41.

[95] البخاری، صحیح البخاری ،باب حدثنا ابو الیمان، رقم الحدیث:3475۔

Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Bab Haddathana Abu al-Yaman, Hadith Number: 3475.

[96] سورة البقرة،2: 178-179۔

Surah al-Baqarah, 2: 178-179.

[97] سورة المائدة،45:5۔

Surah al-Maida, 5:45.

[98] عبدالحمید خان سواتی، عون الخبیر شرح الفوز الکبیر (گوجرانوالہ: مدرسہ نصرت العلوم،2005)189۔

Abdul Hameed Khan Swati, Aoun Al Khabir Sharh al-Fawz al-Kabir (Gujranwala: Madrassa Nusrat al-Ulum, 2005), 189.

[99] ایضاً ،190۔

Ibid, 190.

[100] ایضاً ،190-191۔

Ibid, 190-191.

[101] الانعام،161:6۔

Al-An'am, 6:161.

[102] النحل،123:16۔

Al-Nahl, 16:123.

[103] ماہنامہ الحق ، شمارہ نمبر:7، اپریل 1966ء،اکوڑہ خٹک، 29/1۔

Mahnama Al-Haq, Issue No: 7, April 1966, Akora Khattak, 1:29.